فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۲۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا عید الاضحیٰ کو نماز عید سے پہلے کچھ کھا پی سکتے ہیں؟

(جواب): مسنون یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھا کر جایا جائے اور عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا جائے، نماز کے بعد قربانی کی جائے اور اس کا گوشت کھایا جائے، یہ مستحب ہے۔ اگر کوئی عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ کھا پی لے، تو کوئی حرج نہیں۔

❀ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يَأْكُلُ يَوْمَ الْأَضْحٰى حَتّٰى يَرْجِعَ فَيَأْكُلَ مِنْ كَبِدِ أُضْحِيَّتِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلتے، تو کچھ کھا پی کر نکلتے تھے اور عید الاضحیٰ کو بغیر کھائے نکلتے، پھر واپس آ کر قربانی کی کلیجی کھاتے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 352/5، سنن التّرمذي : 542، سنن ابن ماجه : 1756، فضائل الأوقات للبيهقي : 215، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۴۲۶)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۸۱۲) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۹۴/۱) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

✿ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدِي أَنَّهٗ صَحِيحٌ .

''میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔''

(بيان الوهم والإيهام : 356/5)

✿ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ سُنَّةٌ عَزِيزَةٌ مِنْ طَرِيقِ الرِّوَايَةِ مُسْتَفِيضَةٌ فِي بِلَادِ الْمُسْلِمِينَ .

''یہ سنت روایت کے اعتبار سے عزیز ہے اور (عمل کے اعتبار سے) مسلم علاقوں میں عام ہے۔''

(المُستدرك على الصّحيحين، تحت الرقم : 1088)

سوال: نابالغ بچے کی نماز جنازہ میں کون سی دعائیں پڑھنی چاہییں؟

جواب: بچے کی نماز جنازہ میں وہی دعائیں پڑھی جائیں، جو بڑوں کے نماز جنازہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ دعائیں بچے کے لیے درجات کی بلندی اور اس کے والدین کے لیے اجر وثواب کا باعث بن جائیں گی۔

✿ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلٰى صَبِيٍّ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيئَةً قَطُّ فَسَمِعْتُهٗ يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک بچے کی نماز جنازہ پڑھی، جس نے ابھی تک کوئی خطا نہیں کی تھی (عمر بلوغ کو نہیں پہنچا تھا)، تو میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ دعا کرتے سنا: اللہ! اسے عذاب قبر سے محفوظ فرما۔''

(موطأ الإمام مالك :228/1، وسندہٗ صحیحٌ)

یہ مسئلہ کہ جس بچے سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا، اسے عذاب قبر کیسے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بچے کے لیے ایک دعا کر دی۔ دعا تو کسی کے لیے بھی کی جا سکتی ہے۔ اگر اسے اس دعا کی ضرورت ہو، تو درست، ورنہ اس کے درجات کی بلندی کا باعث بنے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عذاب قبر سے مراد فتنہ قبر، قبر کی وحشت اور خوف ہو۔

❁ حسن بصری رحمہ اللہ جب بچے پر نماز جنازہ پڑھتے، تو یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا .

''اللہ! اسے ہمارے لیے ذخیرہ بنا، اسے ہمارے لیے اجر و ثواب کا باعث بنا اور اسے ہم سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا بنا۔''

(النَّفَقَة على العَيال لابن أبي الدّنيا : 416، وسندہٗ حسنٌ)

(سوال): کتنے سال کی عمر میں بچے کو نماز کا حکم دینا چاہیے؟

(جواب): سات سال کے بچے کو نماز کی پابندی کرانی چاہیے، دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھے، تو اسے سرزنش بھی کی جا سکتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ .

''بچے سات سال کے ہو جائیں، تو انہیں نماز کا حکم دیں، دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں، تو انہیں (نماز میں سستی کرنے پر) مار پیٹ کریں اور (اس عمر میں دو

بہن بھائیوں کے) بستر الگ کردیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 180/2، 182، سنن أبي داود : 495، سنن الدّارقطني : 230/1، وسندهٗ حسنٌ)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''حسن'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام :252/1)

۞ سیدنا سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ ابْنَ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوا عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ .

''سات سالہ بچے کو نماز کا حکم دیں اور دس سال کے بچے کو (نماز میں سستی پر) ماریں۔''

(مسند أحمد : 201/3، سنن أبي داوٗد : 494، سنن التّرمذي : 407، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۴۷) اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۰۰۲) نے''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۲۰۱/۱) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَسٰى أَنْ يَّكُونَ الْحَدِيثُ حَسَنًا .

''یہ حدیث حسن کے درجہ پر پہنچ ہی جاتی ہے۔''

(بَيان الوَهم والإيهام : 138/4)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''حسن'' قرار دیا ہے۔

(خلاصة الاحكام :252/1)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے''صحیح'' کہا ہے۔

(البدر المُنير : 238/3)

سوال: حاجی کے لیے کن کن مقامات پر غسل کرنا مستحب ہے؟

جواب: حاجی کے لیے چار مقامات پر غسل کرنا مشروع و مستحب ہے۔

احرام باندھنے کا غسل:

❁ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجَرَّدَ لِإِهْلَالِهِ وَاغْتَسَلَ .

''انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لیے کپڑے اتار کر غسل فرمایا۔''

(سنن التّرمذي : 830، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۵۹۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الِاغْتِسَالَ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، وَبِهٖ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ .

''اہل علم کی ایک جماعت احرام کے وقت غسل کو مستحب کہتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔''

❁ حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ عَوَّامُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الْإِحْرَامَ جَائِزٌ بِغَيْرِ اغْتِسَالٍ،

وَأَجْمَعُوا عَلَى الْاغْتِسَالِ لِلْإِحْرَامِ غَيْرُ وَاجِبٍ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ غسل کے بغیر احرام باندھنا جائز ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ احرام کے لیے غسل فرض وواجب نہیں۔''

(الإشراف : 184/3)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ الْغُسْلُ عِنْدَ إِرَادَةِ الْإِحْرَامِ بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ أَوْ بِهِمَا، سَوَاءٌ كَانَ إِحْرَامُهُ مِنَ الْمِيقَاتِ الشَّرْعِيِّ أَوْ غَيْرِهِ.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ حج یا عمرہ یا دونوں کا اکٹھا احرام باندھتے وقت غسل کرنا مستحب ہے، چاہے احرام میقات شرعی سے باندھا جائے یا کسی اور جگہ سے۔''

(المَجموع : 212/3)

مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل:

اہل علم کا اتفاق ہے کہ حاجی مکہ میں داخل ہو، تو اس کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ، ثُمَّ يَبِيتُ بِذِي طُوًى، ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ، وَيَغْتَسِلُ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم کی حدود میں داخل ہوتے، تو تلبیہ سے رُک

جاتے، پھر ذی طویٰ مقام پر رات گزارتے، پھر وہیں صبح کی نماز ادا کرتے اور غسل کرتے۔ نیز بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1573، صحيح مسلم : 1259)

❁ نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَنَا مِنْ مَكَّةَ؛ بَاتَ بِذِي طُوًى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ، حَتّٰى يُصْبِحَ، ثُمَّ يُصَلِّي الصُّبْحَ، ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِي بِأَعْلٰى مَكَّةَ، وَلَا يَدْخُلُ إِذَا خَرَجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا، حَتّٰى يَغْتَسِلَ، قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ، إِذَا دَنَا مِنْ مَّكَّةَ بِذِي طُوًى، وَيَأْمُرُ مَنْ مَّعَهٗ، فَيَغْتَسِلُونَ قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلُوا .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ کے قریب پہنچتے، تو ذی طویٰ میں دو گھاٹیوں کے درمیان رات گزارتے، پھر صبح کی نماز پڑھتے، پھر اس گھاٹی سے داخل ہوتے، جو مکہ کی بالائی جانب ہے۔ جب حج یا عمرہ کے لیے جا رہے ہوتے، تو مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ مقام پر غسل کرتے اور اپنے ساتھیوں کو بھی حکم فرماتے اور وہ بھی مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کر لیتے تھے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك :324/1، وسندهٗ صحيحٌ)

یوم عرفہ کا غسل:

❁ زاذان ابو عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا عَنِ الْغُسْلِ، قَالَ : اغْتَسِلْ كُلَّ يَوْمٍ إِنْ شِئْتَ،

فَقَالَ : لَا، الْغُسْلُ الَّذِي هُوَ الْغُسْلُ، قَالَ : يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمَ عَرَفَةَ، وَيَوْمَ النَّحْرِ، وَيَوْمَ الْفِطْرِ .

''ایک شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے غسل کے بارے میں پوچھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چاہیں تو روزانہ غسل کریں۔ اس نے عرض کیا: نہیں، میری مراد شرعی غسل ہے؟ فرمایا: جمعہ، عرفہ، عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔''

(السّنن الکبرٰی للبیهقي : 278/3، وسندهٗ حسنٌ)

عید الاضحیٰ کا غسل:

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ کے دن غسل کو مشروع قرار دیا ہے۔

(السّنن الکبرٰی للبیهقي : 278/3، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ النَّحْرِ، قَبْلَ أَنْ يَغْدُوَ إِلَى الْمُصَلّٰى .

''عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید الاضحیٰ کو عید گاہ جانے سے پہلے غسل کرتے تھے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك : 177/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: عید اور جمعہ کے لیے خاص لباس زیب تن کرنا کیسا ہے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ عید اور جمعہ کو صاف ستھرا اور اُجلا لباس پہنا جائے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا عَلٰى أَحَدِكُمْ أَنْ يَكُونَ لَهٗ ثَوْبَانِ سِوٰى ثَوْبَيْ مِهْنَتِهٖ، لِجُمُعَتِهٖ أَوْ لِعِيدِهٖ .

''آپ پر کوئی گناہ نہیں کہ آپ کے پاس کام کاج کے دو کپڑوں کے علاوہ جمعہ

اور عید کے لیے بھی کپڑے ہوں۔''

(التّمهيد لابن عبد البر : 35/24، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): عیادت کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): جب کوئی بیمار ہو، تو اس کی عیادت کرنا مسنون ہے۔ یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔ احادیث میں اس کی فضیلت آئی ہے۔

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَائِدُ الْمَرِيضِ فِي مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ .

''مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے باغ میں ہوتا ہے، تا آنکہ واپس لوٹ آئے۔''

(صحيح مسلم : 2568)

تنبیہ:

ایک حدیث میں ہے کہ تیمارداری پر ستر ہزار فرشتے صبح وشام دعا کرتے ہیں۔

(مسند الإمام أحمد : 97/1، 118، 121، صحيح ابن حبان : 2558)

یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح ضعیف وغیر ثابت ہے۔ عبد اللہ بن یسار جسے عبد اللہ بن نافع بھی کہا جاتا ہے، مجہول الحال ہے۔

(سوال): میں نے نماز عشاء کی امامت کروائی اور پہلی دو رکعتوں میں بھی قرأت سری کر دی، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز صحیح ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں، البتہ سجدہ سہو کر لینا چاہیے۔

(سوال): امام نے سورت فاتحہ کے بعد والی قرأت چھوڑ دی، نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سورت فاتحہ کے بعد والی قرأت بھول گیا، تو نماز درست ہے، البتہ سورت فاتحہ کی قرأت بھول گیا، تو رکعت دوبارہ پڑھی جائے گی، کیونکہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں۔

(سوال): اگر مقتدی بھول کر امام سے پہلے سلام پھیر دے، تو وہ کیا کرے؟

(جواب): مقتدی تشہد میں امام سے پہلے سلام پھیر دے، تو وہ فوراً نماز میں دوبارہ شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد سلام پھیرے، نیز اس پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

(سوال): سجدہ سہو میں کیا دعا پڑھی جائے گی؟

(جواب): سجدہ سہو میں بھی وہی دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں، جو نماز کے سجدوں میں پڑھی جاتی ہیں، سجدہ سہو کی کوئی خاص دعا نہیں ہے۔

(سوال): مقتدی نماز میں شامل ہوا، تو امام سجدہ تلاوت میں تھا، تو وہ کیا کرے؟

(جواب): مسبوق مقتدی کو چاہیے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر سیدھا سجدہ تلاوت کے لیے امام کے ساتھ شامل ہو جائے اور امام کی اقتدا کرے۔

(سوال): جب قاری آیت تلاوت پڑھے، تو کیا ''اللہ اکبر'' کہہ کر سجدہ تلاوت کے لیے جائے گا یا بغیر تکبیر کہے سجدہ کر سکتا ہے، اسی طرح سجدہ سے اٹھتے وقت بھی تکبیر کہے گا یا بغیر تکبیر کہے اٹھ کر قرأت شروع کر سکتا ہے؟

(جواب): سجدہ تلاوت کے لیے جاتے وقت اور اٹھتے وقت تکبیر کہی جائے گی، کیونکہ نماز میں ہر جھکنے اور اٹھنے پر تکبیر کہنا مشروع ہے۔

(سوال): ایک عورت پابندی سے پانچ نمازیں پڑھتی ہے، مگر اسے کبھی کسی نماز میں شک ہوتا ہے کہ شاید اس کی نماز قبول نہیں ہوئی یا اس کی طہارت مکمل نہیں ہے، تو وہ دوبارہ نماز پڑھتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اسے چاہیے کہ شک دور کرے اور بکثرت استغفار کرے، یہ شک شیطان کی طرف سے ہے، وہ مؤمن کو وسوسوں میں ڈالتا ہے۔ جب تک طہارت کا ظن غالب ہے، وہ نماز جاری رکھے، نیز اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی اُمید رکھے اور جتنی ہو سکے خشوع وخضوع کی پابندی کرے۔ نماز کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ شیطان کی چال ہے کہ وہ پہلے تو اہل ایمان کو نیکی کرنے نہیں دیتا، پھر اگر وہ کر لیں، تو انہیں شک میں ڈال دیتا ہے، تا کہ مؤمن کو اپنی عبادت پر اطمینان نہ رہے۔

اگر کسی کو نماز میں شک محسوس ہو یا عدم یقین کی کیفیت بنے، تو اسے چاہیے کہ تعوذ پڑھ کر تین مرتبہ بائیں طرف تھتکار دے، نیز مزید ایسے خیالات سے اجتناب کرے۔ شیطانی وساوس کی وجہ سے شک نہیں کرنا چاہیے، بلکہ تعوذ کے ذریعہ اللہ سے مدد مانگنی چاہیے اور اخلاص اور للّٰہیت سے نماز جاری رکھنی چاہیے۔ تمام نیکیوں کا یہی معاملہ ہے۔

❀ سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِي وَبَيْنَ صَلَاتِي وَقِرَائَتِي يَلْبِسُهَا عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهٗ خَنْزَبٌ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ، وَاتْفِلْ عَلٰى يَسَارِكَ ثَلَاثًا قَالَ : فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللّٰهُ عَنِّي .

''آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، عرض کیا: اللہ کے رسول! شیطان میری نماز اور قرأت میں حائل ہو جاتا ہے، وہ مجھے التباس کا شکار کر دیتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان ہے، اس کا نام ''خنزب'' ہے۔

(اے عثمان!) اگر آپ اسے محسوس کریں، تو تعوذ پڑھ کر بائیں طرف تین مرتبہ دھتکار دیں۔ (عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں نے ایسا ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے میری اس پریشانی کو دور کر دیا۔''

(صحيح مسلم : 2203)

سوال: کیا ہمیشہ تین وتر پڑھنا جائز ہے؟

جواب: نماز وتر ایک، تین، پانچ، سات اور نو رکعت تک جائز ہے۔ ان میں سے کسی پر بھی ہمیشگی کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی ہمیشہ ایک وتر پڑھتا ہے، تو کوئی حرج نہیں یہ بھی سنت ہے، اگر ہمیشہ تین وتر پڑھتا، تو بھی جائز ہے۔ اسی طرح پانچ، سات اور نو وتر کا معاملہ ہے۔ البتہ تین وتر پڑھ کر ایک اور پانچ، سات یا نو کا انکار کرنا جائز نہیں۔ وتر ایک رکعت سے نو تک مسنون ہیں، کسی ایک کو اختیار کر کے باقی رکعتوں کا انکار کرنا جائز نہیں۔

❁ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيُوتِرْ بِخَمْسٍ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُوتِرْ بِثَلَاثٍ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُوتِرْ بِوَاحِدَةٍ .

''وتر حق ہے۔ سات پڑھیں، پانچ پڑھیں، تین پڑھیں یا ایک پڑھیں۔''

(سنن النّسائي : 1712، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ روایت مرفوع بھی مروی ہے، مگر اس کا موقوف ہونا ہی راجح ہے۔

❁ ابوتمیمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَبُو مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا صَلّٰى بِنَا الْغَدَاةَ، يُقْرِءُ نَا، فَأَتٰى عَلِيٌّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَسَأَلَهٗ رَجُلٌ إِلٰى جَنْبِي عَنِ الْوِتْرِ،

فَقَالَ : ثَلَاثٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَّاحِدَةٍ، وَّخَمْسٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ ثَلَاثٍ، وَسَبْعٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ خَمْسٍ .

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نماز فجر کے بعد ہمیں پڑھا رہے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے، میرے پہلو میں بیٹھے ایک شخص نے ان سے پوچھا: وتر کی تعداد؟ فرمایا: ایک کی نسبت تین، تین کی نسبت پانچ اور پانچ کی نسبت سات مجھے زیادہ پسند ہیں۔''

(الأوسط لابن المنذر : 183/5، المطالب العالية لابن حَجَر : 639، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(اتّحاف المَهَرة الخِيَرة : 1746)

(سوال): بعض لوگوں کو دیکھا ہے، وہ نماز عشاء کے بعد دو دو رکعتیں ادا کرتے ہیں اور بعض لوگ تین تین رکعتیں ادا کرتے ہیں، درست کیا ہے؟

(جواب): سنت یہ ہے کہ نماز عشاء کے بعد دو رکعت سنت راتبہ ادا کی جائیں، اس کے بعد اگر تہجد ادا نہیں کرنی، تو ایک، تین، پانچ، سات یا نو وتر ادا کر لیے جائیں۔ نماز عشاء کے بعد دو رکعت سنت راتبہ کو ہمیشہ ترک کرنا درست نہیں۔

(سوال): کیا نماز وتر نماز عشاء کے ساتھ ہی ادا کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): نماز وتر کا افضل وقت رات کا آخری پہر ہے، البتہ جو اس وقت بیدار نہ ہو سکتا ہو، تو وہ رات کو نماز عشاء کے ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ خَافَ أَنْ لَّا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهٗ، وَمَنْ طَمِعَ

أَنْ يَّقُومَ آخِرَهُ، فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ، وَذٰلِكَ أَفْضَلُ .

''جس شخص کو ڈر ہو کہ رات کے آخری حصے میں بیدار نہیں ہو سکے گا، وہ وتر اول حصے میں پڑھ لے اور جو رات کے آخری حصے میں قیام پر حریص ہو، وہ آخری حصے میں وتر پڑھے، کیونکہ نیم شب کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، یہ افضل نماز ہے۔''

(صحیح مسلم : 755)

سوال: میں پانچ سال کے لیے امریکہ میں پڑھنے گیا، اس دوران میں دین سے بہت دور تھا، میں نے پانچ سال نماز اور روزے کو ترک کر دیا، اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں، تو میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: نماز اور روزے کا ترک کفر ہے۔ اگر آپ توبہ کر چکے ہیں اور آئندہ نماز اور روزہ کی پابندی کا عزم رکھتے ہیں، تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سابقہ گناہ معاف کر دے گا، اب آپ نماز روزہ جاری کر دیں اور فوت شدہ نمازوں اور روزوں پر توبہ کر لیں، ان کی قضا کی ضرورت نہیں۔

سوال: زنا بڑا گناہ ہے یا نماز کو ترک کرنا؟

جواب: دونوں گناہ کبائر میں سے ہیں۔ ایک گناہ کے زیادہ بڑا ہونے سے دوسرے کی شناعت کم نہیں ہو گی، نماز کو ترک کرنا شاید زیادہ بڑا گناہ ہے، کیونکہ اس کے تارک پر کفر کی وعید سنائی گئی ہے، گو کہ زنا کے مرتکب پر رجم کی حد ہے، مگر اس کے مرتکب کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

سوال: مؤذن اذان فجر میں ''الصلاۃ خیر من النوم'' کہنا بھول گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: بھول کر ایسا ہوا، تو اذان صحیح ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ عمداً ترک کرنا جائز نہیں، کیونکہ اذان فجر میں ''الصلاۃ خیر من النوم'' کے الفاظ مشروع ہیں۔

سوال: ایک علاقے میں اذان کے بغیر ہی جماعت ہوتی ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: اذان مشروع ہے، اسے ترک کرنا جائز نہیں، ہر علاقے میں اذان کہنا ضروری ہے، البتہ اس کے بغیر نماز پڑھ لی، تو نماز صحیح ہے۔

سوال: موسیقی سننے والے کا اذان کہنا کیسا ہے؟

جواب: اذان اسلام کا شعار ہے، غلبہ اسلام کی پکار ہے۔ اس کی ذمہ داری ایک فاسق کو دینا درست نہیں، موسیقی سننے پر اصرار کرنے والا شخص فاسق ہے اور فاسق کو مؤذن بنانا جائز نہیں، البتہ فاسق اذان کہہ دے، تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال: اذان میں آواز کو کھینچنا کیسا ہے؟

جواب: آواز کو اتنا کھینچنا کہ الفاظ ہی بدل جائیں، یہ درست نہیں، البتہ تھوڑا بہت لمبا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ قرائے عظام کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو اذان سکھائیں۔ اذان اسلام کا شعار ہے، اسے خوبصورتی کے ساتھ اپنایا جائے۔

سوال: لاؤڈ اسپیکر میں اذان کہنا کیسا ہے؟

جواب: لاؤڈ اسپیکر میں اذان کہنا جائز اور درست ہے۔ یہ آواز کو دور تک پہنچانے کا آلہ ہے، اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس میں مصلحت عامہ ہے۔

سوال: کیا مؤذن پر اذان کے لیے امام سے اجازت لینا ضروری ہے؟

جواب: نہیں۔

(سوال): ایک ہی محلے کی مختلف مساجد میں الگ الگ اذان کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ہر مسجد میں اذان کہی جاسکتی ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ ، فَإِنَّهٗ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ، وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ .

''قیام اللیل کو لازم پکڑیں، یہ پہلے نیک لوگوں کا عمل ہے۔ یہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، گناہ کو مٹاتا ہے اور گناہوں سے بچاتا ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 92/8، ح : 7466)

(جواب): سند ضعیف ومنکر ہے۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(عِلَل الحديث : 242/2)

❁ یہ حدیث سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن التّرمذي : 3549)

یہ روایت من گھڑت ہے۔ محمد بن سعید بن حسان شامی ''متروک وکذاب'' ہے۔

(سوال): اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): رات کے اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے والے کو اللہ تعالیٰ روز قیامت

نور عطا کریں گے، جو اسے قیامت کے ظلمات میں کام دے گا۔

❁ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''اندھیروں میں مساجد کی طرف چل کر جانے والوں کو روز قیامت مکمل نور کی بشارت سنا دیں۔''

(سنن ابن ماجه : 780، المُعجم الكبير للطّبراني : 147/6، ح : 5800، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۴۹۹) نے صحیح اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۲۲) نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

(سوال): کیا فرض نماز با جماعت پڑھنا واجب ہے؟

(جواب): جی ہاں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ، فَلَا صَلَاةَ لَهٗ، إِلَّا مِنْ عُذْرٍ .

''جو اذان سن کر بغیر عذر مسجد میں نہ آیا، اس کی نماز نہیں۔''

(سنن ابن ماجه : 793، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۰۶۴) نے صحیح کہا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۲۴۵) نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير : 30/2، ح : 564)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ ثُمَّ لَمْ يُجِبْ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلَا صَلَاةَ لَهُ .

''جو مؤذن کی آواز سن کر بغیر عذر کے مسجد میں نہ آئے، اس کی نماز نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :345/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ سَمِعَ الْأَذَانَ فَارِغًا صَحِيحًا، ثُمَّ لَمْ يُجِبْ فَلَا صَلَاةَ لَهُ .

''جس نے فراغت اور تندرستی کی حالت میں اذان سنی، پھر مسجد نہیں گیا، تو اس کی نماز نہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 174/3، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا انبیائے کرام علیہم السلام کے فضلات پاک تھے؟

جواب: انبیائے کرام علیہم السلام کے فضلات کے پاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ سب سے پہلے دنیا میں بعض شوافع نے بات کی۔ ان کی پیروی میں بعض احناف بھی لگ گئے۔ یہ انبیاء کی شان میں غلو ہے۔

❀ امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کا ایک پیالا تھا، جس میں آپ پیشاب کرتے تھے، پھر اسے چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا۔ ایک ''برکہ'' نامی عورت آئی۔ وہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی۔ اس نے وہ پیالا نوش کر لیا۔ سیدنا زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا، تو اس نے کہا: میں نے اسے پی لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے آگ سے بچاؤ حاصل کر لیا ہے، یا فرمایا: ڈھال بنا لی ہے یا اس طرح کی کوئی بات کہی۔''

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 3342، الاستيعاب في مَعرِفة الأصحاب لابن عبد البرّ : 251/4، المُعجم الكبير للطّبراني : 189/24، السّنن الكبرى للبيهقي : 67/7)

سند ضعیف ہے۔حکیمہ بنت اُمیمہ غیر معروفہ ہے، اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۴/ ۱۹۵''میں ذکر کیا ہے۔

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی صاحب نے ایک روایت ذکر کی ہے:

إِنَّ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ نَابِتَةٌ عَلٰى أَجْسَادِ الْمَلَائِكَةِ .

''انبیا کے جسم فرشتوں کے جسموں کی مانند نشو ونما پاتے تھے۔''

(فيض الباري :342/1)

علامہ کشمیری صاحب نے اس کی سند کو''ضعیف''کہا ہے۔ہم کہتے ہیں کہ یہ بے اصل روایت ہے، حدیث کی کسی کتاب میں اس کا ذکر تک نہیں، جب اس کی سند ہی نہیں، تو اس کی سند کے ضعیف ہونے کا کیا معنی؟ اور اسے انبیا کے فضلات کے پاک ہونے پر دلیل بنانا تعجب خیز ہے۔

یادر ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے فضلات کے پاک یا ناپاک ہونے کے حوالے سے اسلاف اُمت خاموش ہیں۔جس باب میں اسلاف اُمت خاموش ہوں، اس میں بات کرنا موزوں اور مناسب نہیں ہوتا۔وہ سب سے بڑھ کر شرعی نصوص کے معانی و مطالب اور ان کی تعبیریں جانتے تھے۔ان کا سکوت دلیل ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بول و براز کو پاک کہنے کا نظریہ بدعی ہے۔

❁ علامہ انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

مَسْأَلَةُ طَهَارَةِ فَضَلَاتِ الْأَنْبِيَاءِ تُوجَدُ فِي كُتُبِ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ،

وَلٰكِنْ لَا نَقْلَ فِيهَا عِنْدِي عَنِ الْأَئِمَّةِ .

''انبیائے کرام علیہم السلام کے فضلات کے پاک ہونے کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں تو ملتا ہے، مگر میرے مطابق ان میں ائمہ اربعہ سے کوئی نقل نہیں۔''

(فيض الباري :342/1)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِيَّاكَ أَنْ تَتَكَلَّمَ فِي مَسْأَلَةٍ لَيْسَ لَكَ فِيْهَا إِمَامٌ .

''ایسے مسئلہ میں بات کرنے سے رک جائیے، جس میں پہلوں میں سے کوئی آپ کا امام نہ ہو۔''

(مَناقب أحمد بن حنبل لابن الجوزي، ص231)

❁ جناب زکریا دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کے فضلات، پاخانہ، پیشاب، وغیرہ سب پاک ہیں۔''

(تبلیغی نصاب، ص185)

اس بے دلیل اور غلو آمیز دعویٰ کے ردّ میں جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''طہارت (پاک ہونے) کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔''

(بوادالنوادر، ص393)

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَسْوَأُ النَّاسِ سَرَقَةً الَّذِي يَسْرِقُ صَلَاتَهُ، قَالَ : وَكَيْفَ يَسْرِقُ

صَلَاتَهُ؟ قَالَ : لَا يُتِمُّ رُكُوعَهَا، وَلَا سُجُودَهَا .

''سب سے برا چور نماز کا چور ہے، عرض کیا: نماز میں چوری کیسے؟ فرمایا: رکوع اور سجود اچھا طرح نہ کرنا۔''

(صحیح ابن حبان : 1888، المستدرك للحاكم :229/1)

جواب: سند ضعیف و منکر ہے۔

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی دونوں سندوں کو ''منکر'' کہا ہے۔

(عِلَل الحديث : 423/2)